توبہ کا دھوکا

امام ابن الجوزیؒ نے کہا: عقل مند آدمی کو اپنے گناہوں سے خوف زدہ رہنا چاہیے، اگرچہ اس نے توبہ کی ہو اور اس پر رویا بھی ہو۔ اور میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ قبولیت توبہ پر تکیہ کیے رہتے ہیں، گویا کہ انہیں قبولیت کا یقینی علم ہو چکا ہو؛ حالانکہ یہ غیبی معاملہ ہے۔ پھر اگر اس کی مغفرت ہوگئی، تب بھی غلط کاری کی شرمندگی تو قائم ہے۔ پس ہر اس چیز سے خوب احتیاط کرو اور بالکل اجتناب کرو؛ جس سے شرمندگی لازم آئے۔

اور یہ وہ چیز ہے جس پر کوئی توبہ کرنے والا یا زہد و اطاعت کرنے والا کم ہی غور کرتا ہے؛ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ معافی نے گناہ کو سچی توبہ کے ذریعے چھپا دیا ہے۔ اور جو میں نے ذکر کیا ہے، وہ ہمیشہ احتیاط اور شرمندگی کو لازم کرتا ہے۔ [صید الخاطر]

توبہ کی ابتدا اور انتہا

سلف کے ایک بزرگ نے کہا: بیشک توبہ کا آغاز ہے اور اس کے لیئے انتہا بھی ہے۔ اس کی ابتدا کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ہے، پھر صغیرہ گناہوں سے، پھر افضل و اعلیٰ کی خلاف ورزی سے، پھر اپنی نیکیوں پر نظر رکھنے سے، پھر یہ خیال کرنے سے کہ اس نے توبہ میں سچائی اختیار کی ہے۔ پھر ہر اس خیال سے جو اس کے ذہن میں آتا ہے جو رضائے الٰہی کے مطابق نہ ہو۔

اور اس کی انتہا: بندے کا اپنے رب تعالیٰ کی نگاہوں کے سامنے ہونے اور اس کی نگرانی کے تصور سے لمحہ بھر بھی غفلت میں پڑنے سے توبہ کرنا۔

❁❁❁❁❁❁❁

پیاری دعائیں: ''اللهم رَبَّ السمٰواتِ السَّبعِ وربَّ العرْشِ العظيمِ، رَبَّنا ورَبُّ كُلِّ شَيْءٍ، فالِقُ الحَبِّ والنَّوىٰ مُنزِلُ التَّوراةِ والإنجيلِ والفُرقانِ أعوذُ بكَ مِن شرِّ كلِّ شيءٍ أنتَ آخِذٌ بناصِيَتِهِ، أنت الأوَّلُ فليسَ قَبلَكَ شيْءٌ وأنتَ الآخِرُ فليسَ بَعْدَكَ شيْءٌ وأنتَ الظَّاهِرُ فليس فَوْقَكَ شَيْءٌ وأنت البَاطِنُ فليسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنّي الدَّيْنَ وأغْنِنِي مِن الفقرِ.''

''اللهمَّ رَبَّ النَّبِيِّ محمدٍ ﷺ اغفِرلي ذَنْبِي وأذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي وأعِذْنِي مِن مُضِلّاتِ الفِتَنِ مَا أبْقَيْتَنِي''

اخوت اسلامی قسط (۳۴)

صحابہ کرام ؓ روئے زمین کا افضل طبقہ

امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ وأرضاہ

عبدالرحیم روزی

جنگ جمل کا واقعہ:

آپ ؓ کی بیعت مکمل ہونے کے بعد قاتلین عثمان ؓ سے قصاص لینے کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا۔ اس وقت امیر معاویہ ؓ شام میں تھا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ لوگ چند نفر نہیں، ان کے بہت سے مددگار اور پشت پناہ ہیں ۔اور یہ کام اسی دن انجام دینا ممکن نہیں ۔[البداية و النهاية] مگر تقدیر کو نی غالب آ کے رہی اور ''قد تجری الریاح بما لا تشتهی السفن'' کے مصداق جنگ جمل کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

ام المؤمنین عائشہ ؓ اپنے احترام اور ام المؤمنین ہونے کے ناتے اور مقبولیت کو استعمال کر کے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں حضرت علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ میں صلح کرانے نکلی تھی۔

عبیداللہ بن زیاد اسدی کا بیان ہے کہ جب طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ چلے تو علی ؓ نے عمار اور حسن رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ وہ دونوں کوفہ آئے اور منبر پر چڑھے۔ حضرت حسن ؓ منبر کے اوپر اور عمار ؓ آپ سے نیچے بیٹھے، ہم اس کے پاس اکٹھے ہوئے تو میں نے عمار ؓ کو کہتے ہوئے سنا: '' إن عائشة قد سارتْ إلى البصرةِ واللهِ إنّها لزوجةُ نبيّكم ﷺ في الدنيا والآخرةِ ولكنَّ اللهَ تباركَ وتعالىٰ ابتلاكمْ ليعلمَ إيّاهُ تطيعونَ أم هي '' عائشہ ؓ بصرہ کی طرف نکلی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی بیوی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے کہ تم اِس (علی ؓ) کی اطاعت کرتے ہو یا اُس (عائشہ ؓ) کی۔ [بخاری الفتن باب ۱۸ حدیث ۷۱۰۱]

ابن حجر ؒ لکھتے ہیں: '' یہ بات عمار ؓ کے انصاف، شدتِ ورع اور قول حق کی تلاش میں شمار کی جاتی ہے۔'' صلح کے سلسلے کو بنوضبہ اور بنوازد قبائل نے کامیاب ہونے نہیں دیا اور اس میں سبائیوں کا ہاتھ تھا۔ [البداية والنهاية ، الطبقات]

مذکورہ واقعہ کے متعلق شارح حدیث مہلب ؒ لکھتا ہے: '' کسی نے بھی یہ بات نقل نہیں کی ہے کہ عائشہ ؓ و رفقائے سفر

نے علی رضی اللہ عنہ سے خلافت میں تنازعہ کیا تھا، نہ ان میں سے کسی نے خود کو خلیفہ بنانے کے لیے دعوت دی تھی۔[فتح الباری بحواله اخبار البصرة لمؤلفه عمر و بن شيبه،المنتقى للذهبى]

جنگ بندی اور فتح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا:" **لا تتبعُوا مدبـرًا و لا تـجهـزوا جـريحًا و لا تـدخلوا دارَ أحدٍ**" "کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا، کسی زخمی کو قتل نہ کرنا اور کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا!" زید بن وہب کے بیان میں یہ بھی ہے:"کوئی ہتھیار ڈالے تو اسے امن ہے۔"[فتح البارى فتن باب ١٨ بحواله ابن ابى شيبه]

آپ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ پہرہ داروں کی ایک جماعت آپ کو رخصت کرنے کے لیے بھیجی، بصرہ کی معزز چالیس خواتین کو ہمراہی کے لیے منتخب کیا اور بارہ ہزار کی رقم پیش کی۔ اسے کم سمجھ کر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اور بڑی رقم ہمراہ کی۔ الوداع کرنے کے لیے خود علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ابن کثیر کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ میلوں تک ساتھ گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور ایک ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں کسی مخالف کو قیدی بنایا نہ لونڈی؛ بلکہ سب کو باعزت واپس کر دیا۔ کیونکہ مسلمانوں کو غلام اور لونڈی بنانا جائز نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ انہیں سرکش اور باغی خیال کرتے تھے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی، تو ان کے چہرے سے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا: "اللہ کی رحمت ہو آپ پر اے ابو محمد! میرے لیے یہ انتہائی دردناک ہے کہ آپ کو آسمان کے تاروں کے نیچے پڑا ہوا پاؤں۔"[**البداية والنهاية**]

نہج البلاغہ کے مطابق جب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کی طرف گزرے تو فرمایا: "**لـقـدْ أصبـحَ أبـو مـحـمدٍ بهذا المكانِ غريباً، أما واللهِ لقدْ كنتُ أكرهُ أن يكونَ قريشٌ قتلى تـحـتَ بـطـونِ الكواكبِ**" "بیشک ابو محمد رضی اللہ عنہ اس جگہ بے وطن پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں بالکل نہ چاہتا تھا کہ قریش تاروں کے نیچے مقتول ہو کے پڑے رہے۔" اس پر مترجم و شارح مفتی محمد جعفر حسین نے مکمل خاموشی اختیار کی ہے۔

عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کا سر لے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، جب اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا:"اس کو اندر آنے کی اجازت مت دو اور اسے جہنم کی خوشخبری سناؤ۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے:"ابن صفیہ رضی اللہ عنہ کا قاتل جہنمی ہے۔" اس کو جہنم کی خبر دے دو۔"[**البداية**]

اصحاب الجمل نہ گمراہ تھے نہ منافق: آپ ﷺ سے حارث بن حوط نے پوچھا: ''أتراني أظنُّ أصحابَ الجملِ كانوا على ضلالةٍ؟ فقال :ياحارثُ ! إنكَ نظرتَ تحتَك ولم تنظرْ فوقَك فحرتَ،إنكَ لمْ تعرفِ الحقَّ فتعرفَ مَنْ أتاهُ، ولم تعرفِ الباطلَ فتعرفَ منْ أتاهُ'' کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب الجمل گمراہ تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجے میں حیران ہوگئے ہو، تم نے حق ہی کو نہیں جان لیا کہ حق والوں کو جانو، اور باطل ہی کو نہیں پہچانا کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔'' [نهج البلاغة باب المختار من حكم امير المؤمنين رقم٢٦٢]

ابوبکر، ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ سے جنگ جمل میں آپ کا مقابلہ کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا وہ سب مشرک تھے؟

فرمایا: ''شرک سے تو وہ فرار اختیار کر چکے تھے۔

کیا وہ منافق تھے؟

فرمایا: منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

تو پھر وہ کیا تھے؟

فرمایا: وہ میرے ہی بھائی تھے، جو میرے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اور وہ سب ان لوگوں میں شامل ہوں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾ [الحجر : ٤٧، المرتضىٰ ص٢٤٤]

جنگ صفین کا واقعہ:

امیر المؤمنین علی ﷺ کے ہاتھ پر امیر معاویہ ﷺ نے بیعت نہیں کی تھی۔ آپ نے انہیں ایک خط لکھا، جس کا خلاصہ یہ تھا: ''میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان ﷺ سے بیعت کی تھی اور ایجنڈا بھی وہی تھا۔ شوریٰ کا حق مہاجرین وانصار ﷺ کو ہے۔ اگر یہ لوگ متفق ہوکر کسی کو امام بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے۔ اگر کوئی اس سے باہر نکلتا ہے، تو وہ بدعت کی وجہ سے نکلتا ہے۔ واپس آئے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس سے قتال کیا جائے گا۔''

قصہ کوتاہ! صلح وصفائی کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں۔ آپ ﷺ تحکیم کا معاملہ نہیں کرنا چاہتے تھے؛ مگر عاقبت

نااندیش نساک وقراء قسم کے لوگوں نے تحکیم کی طرف جھکنے پر مجبور کر دیا۔ ان حالات وواقعات میں بہت سے اکابر صحابہ ﷺ حیران و پریشان تھے اور اسے ایک بھنور اور گرداب تصور کرتے تھے۔ اس سلسلے میں شریک واقعہ اور چشم دید گواہ کی زبانی ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے! حضرت ابووائل شقیق بن سلمہؒ کا بیان ہے کہ جب سہیل بن عمرو صفین ﷺ سے تشریف لائے ،ہم حالات جاننے کے لیے ان کے پاس پہنچے تو کہا: ''تم رائے کو متہم کرو، میں نے خود کو ابوجندل ﷺ کے روز دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کر سکتا تو ضرور کرتا۔ اللہ اور اس کا پیغمبر ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ ہم نے اس معاملہ سے قبل خوفزدہ کرنے والے کسی کام سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر نہیں رکھا، مگر وہ ہمیں ایسے کام کی طرف آسانی پیدا کرتی جسے ہم جانتے تھے۔ اب ہم کوئی سوراخ بند نہیں کرتے، مگر دوسرا سوراخ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس سے کیسے نمٹ لیں۔'' [بخاری المغازی باب غزوة الحديبية ح:٤١٨٩ ،الاعتصام ح:٧٣٠٨]

آپ ﷺ جنگ جیسے مواقع پر بھی راہِ اعتدال سے تجاوز نہ کرتے اور ہمیشہ حق بات کہتے تھے۔ جذبات واشتعال میں آکر کوئی ایسی بات نہ کہتے تھے، جس کا دوسرا فریق حقدار نہ ہو، یا معذرت کرنا پڑے۔ ﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لله ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى أَنْ لَّا تَعْدِلُوْا﴾ [المائدة :٨] کی عملی تفسیر تھے۔

آپ نے اس سلسلے میں ہونے والے مراسلات، خطبوں اور باتوں میں مخالفین پر کبھی سب وشتم نہیں فرمایا، بلکہ اس طرح کرنے سے منع کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالی دینے والے ہو جائیں، لیکن اگر تم ان کے اعمال کا وصف بیان کریں اور ان کے احوال ذکر کریں، تو بات میں درستی اور عذر میں زیادہ مؤثر ہوگی۔ اور تم ان کو سب وشتم کرنے کے بجائے کہیں: ''اے اللہ! تو ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ فرما، ہمارے مابین صلح فرما، اور انہیں بھٹکنے سے درست راستہ دکھا دے، یہاں تک کہ حق کا جاہل اسے پہچان لے اور کجروی وعدوان سے رک جائے، جو اسے زبان پر لاتا ہے۔'' [نهج البلاغة خطبه ٢٥]

آپ ﷺ نے مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئیداد سے مطلع کرنے کے لیے تحریر فرمایا: ''ہمارے معاملے کا آغاز جب ہم اور شامی قوم آمنے سامنے ہوئے تو حالت یہ تھی کہ ہمارا رب ایک تھا، نبی ﷺ ایک تھا، اسلام کی طرف دعوت ایک تھی۔ ہم ان سے اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے میں اضافہ کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے، نہ وہ ہمیں۔ کام ایک تھا سوائے دم عثمان ﷺ میں ہمارے اختلاف کے، اور ہم اس سے بری ہیں۔ ہم نے کہا تم آجاؤ، ہم علاج کرتے ہیں اس چیز کا جو آج پایا نہیں جاتا، وہ یہ کہ پہلے فتنہ کی آگ بجھا دیں اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا

کریں۔اسی وقت ہمیں اس کی قوت ملے گی کہ ہم حق کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں۔'' [نہج البلاغہ مکتوب ۵۸ ص ۷۷۶]

خوارج کا ظہور

عین جنگ صفین کے دوران جب آپ ﷺ کی طرف فتح کا اونٹ کروٹ لینے کو قریب تھا، شامیوں کی طرف سے صلح بندی کے لیے پیشکش ہوئی۔اور کتاب اللہ کے تحت تحکیم پر آپ ﷺ کے بعض ساتھیوں نے آپ ﷺ کو مجبور کیا۔

پھر صلح ہوتے ہی آپ کے حامیوں میں سے عروہ بن اذینہ وغیرہ قراء نے ''**لاحکم إلا للہ**'' کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔پھر بارہ ہزار لوگ آپ ﷺ کے لشکر سے نکل گئے۔یہی خوارج کا ظہور تھا۔

عباس عقاد مصری لکھتے ہیں: تنقیدی نگاہ سے تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے حضرت علی ﷺ نے جو کچھ کیا اس سے زیادہ صحیح راستہ ممکن نہ تھا، خواہ اس فیصلے پر اس کی غلطی کو سمجھتے ہوئے راضی ہوئے ہوں یا اس لیے راضی ہوئے ہوں کہ دونوں کا حاصل ایک ہوگا۔[**المرتضیٰ بحوالہ العبقریات الاسلامیۃ**]

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی' خوارج کے متعلق لکھتے ہیں:

''خوارج کے اندر مزاجی اعتبار سے لفظی سطحیت، حرفیت یعنی لکیر کا فقیر ہونا، سلبی نقطہ نظر، انتہائی غلو اور تضاد و تناقض اس درجہ رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھے، جتنا ماضی کے کسی قدیم مذہب میں یا اسلام کے بعد کسی فرقہ میں نہ ہوگا۔اپنے اقوال و اعمال میں صاف گو، کھجور کے درخت سے ٹپکا ہوا ایک دانہ بھی بغیر اجازت اٹھانے میں احتیاط کرتے؛ مگر دوسری طرف مسلمانوں کا خون بہانے میں ادنیٰ تأمل نہ کرتے تھے۔

ابن ملجم حضرت علی ﷺ کو شہید کرتا ہے، پھر قرآن بھی پڑھتا ہے۔جب اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا گیا تو گھبرا گیا۔کہا کہ دنیا میں مردار بن کر رہنا پسند نہیں کرتا۔القصہ یہ لوگ مجموعہ اضداد تھے۔[**المرتضیٰ**]

آپ ﷺ کے دور میں، دوسری طرف فرقہ سبائیہ کا ظہور ہوا۔یہ نسبت عبداللہ بن سبأ صنعانی کی طرف ہے، جو اصلاً یہودی تھا۔اس میں یہودی، اہل ہند، نصاریٰ اور اہل فارس کا عنصر تھا۔[**العبقریات الاسلامیۃ، رجال الکشی**]

حضرت علی ﷺ جس کی زندگی عقیدہ توحید کی آبیاری اور شرک کی بیخ کنی سے عبارت تھی، اس فرقہ کی آپ ﷺ کے بارے میں غلو کرتے ہوئے بعض صفات الٰہیہ کی عقیدت کا اظہار کرتے دیکھ کر مرتد کی حد نافذ کرتے ہوئے انہیں کھڈوں میں ڈال کر نذر آتش کر دیا۔خود ابن سبأ ساباط المدائن کی طرف بھاگ گیا۔ابن سبأ کی تحریک میں سازش، روپوشی اور

پوشیدگی کا انداز غالب تھا۔ یہ گروہ اور خوارج ایک دوسرے کی نقیض تھے۔ اور دونوں راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے تھے۔

حالتِ اضطرار جس سے یہ امت کبھی گزر سکتی ہے

خلفائے راشدین ﷺ کا زمانہ اقتدار و حکمرانی ' خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے۔ نبیوں کے بعد روئے زمین پر چشم فلک نے ان چاروں جیسی انداز حکمرانی اور اسوہ حسنہ کبھی نہیں دیکھا۔ ارشاد نبوی ہے: ''تم پر لازمی ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طور طریقے کو لازم پکڑ و اور اسے دانتوں سے پکڑے رکھو!'' [ابو داؤد کتاب السنة، **ترمذی کتاب العلم، ابن ماجه المقدمة**]

اس حدیث کی رو سے ان خلفاء ﷺ کا اندازِ حکمرانی، سیاست، فیصلہ جات، حالت امن وحرب، جہاد فی سبیل اللہ، بت پرستوں کے ساتھ تعامل، مرتدین اسلام اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال، اہل کتاب اور مجوس سے جنگ، زمانہ عروج اسلام، مسلمانوں کے داخلی انتشار، امام برحق کا باغیوں سے قتال وغیرہ یہ سب ان خلفاء ﷺ کے ساتھ پیش آئے۔

ان کے بعد کسی بھی اسلامی دور میں ایسی حالت پیش آنے پر خیر القرون اور ایسے امام کا اسوۂ درکار تھا، جس کی اقتداء کی جاسکے۔ اور خلفائے راشدین ﷺ کے یہ نمونے پورے طور پر بعد میں آنے والوں کے لیے حاصل ہو گئے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ''علی رضی اللہ عنہ سے جس نے قتال کیا آپ رضی اللہ عنہ اس کی نسبت حق بجانب تھے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں روانہ نہ ہوتے تو کسی کو پتہ نہ چلتا کہ مسلمانوں کے ساتھ طریقہ کار کیا ہوگا۔'' [**مناقب امام اعظم از موفق بن احمد مکی**]

امام نووی فرماتے ہیں: ''ان جنگوں میں آپ رضی اللہ عنہ حق بجانب اور راستی پر تھے۔ [شرح طیبی کتاب الفتن]

محدث سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو چار قسم کی تلواریں عطا فرمائیں:

ایک تلوار وہ تھی جس سے آپ ﷺ نے صنم پرستوں سے مقابلہ کیا۔ دوسری تلوار وہ تھی جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتد قبائل سے جنگ کی۔ اللہ نے فرمایا: ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ [الفتح:١٦] تیسری تلوار جس سے عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں اور اہل کتاب سے معرکہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ [التوبة:٢٩] اور چوتھی تلوار وہ تھی جس سے علی رضی اللہ عنہ نے صف شکن، قاطع بیعت اور حدود سے تجاوز کرنے والوں سے قتال کیا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللهِ﴾